رحمت للعالمین

جناب سید اسعد گیلانی صاحب

حضورؐ کی ایک شان رحمت للعالمین بھی ہے۔ ہر کسی کے لیے ہر حالت میں ہر وقت آپ رحمت کا سایہ ہیں۔ بلبلاتے ہوئے اُونٹ بھی آپؐ کے پاس فریاد لے کر آتے ہیں کہ انہیں اُن کے مالک نے بھوکا رکھا اور زیادہ بوجھ لادتا ہے۔ غلاموں کے لیے آپ کی ہستی ایک ڈھال کی مانند ہے۔ اگر عبداللہ بن مسعودؓ جیسے بزرگ صحابی بھی اپنے غلام پر کچھ سختی کرتے پائے جاتے ہیں۔ تو یکایک محبت سے آواز دیتے ہیں کہ عبداللہ تمہیں اس غلام پر اتنا تصرف اور قدرت حاصل نہیں ہے جس قدر اللہ تعالیٰ کو تم پر حاصل ہے اور وہ اللہ کے خوف کے مارے اُسے فی الفور آزاد کر دیتے ہیں۔ بوڑھی عورتیں، یتیم بچے، بیوگان اور محتاج و مسکین اور بے سہارا لوگ سب حضورؐ کو اپنا خاص الخاص سرپرست سمجھتے ہیں اور ان کا حصہ باقاعدہ نظامِ دین کے اندر مقرر کیا جاتا ہے۔ حضورؐ کا تو یہ عالم ہے کہ مسجد نبوی میں کھجور کے تنے کا ستون بھی اگر آپ کے فراق میں فریاد کرتا ہے تو حضورؐ اس کے پاس جا کر اسے تسلّی و تشفی دیتے ہیں۔ رحمت و کرامت میں آپ کی شان نرالی ہے۔ ایک پیاسے کتے کو بھی پانی پلانے سے جنت کی بشارت مل جاتی ہے اور ایک بلی کو باندھ کر بھوکا مار دینے سے بھی جہنم کی وعید سُنائی جاتی ہے۔ غرض رحمت و شفقت کے اس وسیع سمندر کا احاطہ کون کر سکتا ہے جو حضور اکرمؐ کی شخصیت اور سیرت کی صورت میں پوری انسانیت کے درمیان ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور بے پایاں اور بے کراں ہے۔

حضورؐ کی ایک شان یہ ہے کہ آپ جامع کلام والے ہیں اور آپ کی وضاحت کے آگے

ہر دو سرے کی وضاحت کر رہا ہے۔ آپ کی باتیں حکمت کی باتیں ہیں، ایک ایک جملے میں معانی کا دریا موجیں مارتا دکھائی دیتا ہے۔ آپ چند جملوں میں پورا دین اور اس کا مغز بیان فرما دیتے ہیں۔ آپ ایک جملے میں انسانی زندگی کی فلاح کے لیے ایک کامل منصوبہ دے دیتے ہیں۔ آپ ایک شخص کو مختصر ترین الفاظ میں ایسی نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اس پر آسانی سے عمل بھی کر سکتا ہے اور فلاح بھی پا سکتا ہے۔

آپ کی شان یہ بھی ہے کہ آپ صاحبِ معراج ہیں۔ آپ کو راتوں رات مکہ سے بیت المقدس لے جایا گیا۔ اور آپ نے بیت المقدس میں امامت انبیاء کی۔ اس کے بعد آپ کو آسمان تک اُٹھایا گیا اور یکے بعد دیگرے مختلف آسمانوں پر آپ کا استقبال انبیاء نے کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پچاس نمازوں کا حکم ہوا، جسے رعایت کی درخواست کے ساتھ پانچ کر دیا گیا۔ لیکن ان کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہی رکھا گیا۔ آپ نے اسرارِ کائنات سے آگاہی حاصل کی اور آپؐ نے جنت اور دوزخ کا بچشم خود مشاہدہ کیا تاکہ عین الیقین کے ذریعے حق الیقین بھی حاصل ہو جائے۔ آپ نے مختلف لوگوں کو مختلف گناہوں کی پاداش میں مختلف عذابوں میں مبتلا پایا۔ اور آپ نے انسانیت کے لیے رہنمائی کا چودہ نکاتی ہدایت نامہ حاصل کیا جو قرآن میں درج ہے۔

معراج کی یہ شان حضورؐ کی ہی خصوصیت ہے۔

آپ کی یہ بھی شان ہے کہ آپ نے اپنے سے پہلے سب انبیاء کی تصدیق کی اور انہیں اپنے بھائی کہا اور اُن کے دین کو اسلام ہی قرار دیا۔ آپ کو ایک ماہ کی مسافت سے زیادہ دُوری تک رعب کے ذریعے مدد دی گئی اور آپ کے سروسامان کے مقابلے میں آپ کا دبدبہ اور رعب دشمنوں پر ہیبت بن کر چھایا رہا۔ آپ کے لیے پہلی بار غنیمت کو حلال کیا گیا، جب کہ پہلی شریعتوں میں مالِ غنیمت حلال نہ تھا۔ آپ کے لیے ساری زمین کو مسجد قرار دیا گیا۔ چونکہ آپ ساری زمین اور اس کی آبادی کی طرف رسول بن کر آئے تھے ورنہ آپ سے پہلے کی اُمتوں میں خاص عبادت گاہوں کے سوا باہر کہیں عبادت کرنے کی اجازت نہ تھی۔ روئے زمین کو مسجد قرار دینے میں یہ نکتہ بھی مضمر ہے کہ یہ دین پوری انسانیت کا دین ہے۔ اور یہ دینِ فطرت ہے۔ سابقہ دینوں کی بہت سی پابندیوں کو اُٹھا کر دین کو سب کے لیے سہل اور عام کر دیا گیا ہے۔ یہ انسان کو وہ سب سہولتیں فراہم کرتا ہے جو اُس کی عقل اور فطرت بجا طور پر طلب کرتی ہے۔ حضورؐ کی یہ شان بھی نرالی ہے کہ آپ کو روزِ محشر اذنِ الٰہی سے

شفاعت کا مقام دیا گیا ہے۔ جب تمام مخلوق نفسی نفسی پکارے گی تو آپ اپنی امت کی شفاعت کے لیے تشریف لائیں گے اور آپ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ آپ کی یہ شان بھی ہے کہ آپ صبر و شکر کرنے والے ہیں۔ اور صبر و شکر میں آپ کا مقام نہایت درجہ بلند ہے۔ آپ نے زندگی کے مشکل ترین مراحل گزارے، بے حد سختیاں برداشت کیں۔ ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے، گھر سے بے گھر کیے گئے۔ لیکن آپ کا دل صبر سے معمور رہا اور آپ کی زبان اپنے مالک کے شکر سے تر رہی۔

حضورؐ کی بہت بڑی شان یہ ہے کہ آپ فقر کے شہنشاہ ہیں، دولت کے دریا آپ کے پاؤں میں بہتے ہیں۔ لیکن آپ کے پاؤں کا تلوا بھی اس سے آلودہ نہیں ہوتا۔ مال و دولت اور مالِ غنیمت ہر چار طرف سے مدینہ کی گلیوں میں بٹ رہے ہیں۔ لوگوں کو مدینہ کی وادی کے برابر بکریوں اور بھیڑوں کے ریوڑ دیے جا رہے ہیں۔ لیکن حضورؐ کے گھر میں وہی کھجور کا بوریا ہے، کھجور کی غذا ہے اور مرمت کیے ہوئے کپڑوں اور دھلے ہوئے لباس کا استعمال ہے۔ حضورؐ کی پیٹھ پر کھجور کی چٹائی سے نشان پڑ جاتے ہیں، جنھیں دیکھ کر حضرت عمرؓ آنکھوں میں آنسو بھر لاتے ہیں۔ لیکن حضورؐ پرسکون ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ سب میرے لیے نہیں ہے، میری حالت تو دنیا میں اُس مسافر جیسی ہے جو ذرا سی دیر کے لیے ایک سایہ دار درخت کے نیچے دم لیتا ہے اور پھر اُٹھ کر منزل کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ ایک صحابی کہتے ہیں یا رسول اللہ مجھے آپ سے محبت ہے اور حضورؐ فرماتے ہیں دیکھ کیا کہتا ہے، جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرے فقر اس کی طرف یوں آتا ہے۔ جیسے پانی ڈھلوان کی طرف آتا ہے۔ لوگ عیش و آرام سے سوتے ہیں اور حضورؐ مملکت کے سربراہ ہونے کے باوجود فقر و فاقہ سے گزارتے ہیں۔ آپ کو فقر پر فخر ہے اور اپنے آپ کو مساکین میں شمار کرتے اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کا حشر بھی مساکین کے ساتھ ہو۔ فقر حضورؐ کے سر کا تاج ہے اور یہی تاج فخرِ انسانیت ہے۔

حضورؐ کی ایک شان یہ بھی ہے کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ کا علم بلند کرنے والے ہیں، اس سے پہلے دعوتِ دین مسکینی اور کمزوری کی حالت میں دی جاتی رہی اور انبیاء کو قوموں نے اپنے اندر ہمیشہ ضعیف ہی تصور کیا۔ لیکن آپ ایک ایسی شریعت لے کر آئے جو غالب ہونے والی تھی اور جسے تمام ادیانِ باطل پر غالب کرنا حضورؐ کا مشن تھا۔ اس لیے حضورؐ دین کو قوتِ بازو کے ذریعے غالب

کرنے پر مامور تھے۔ آپؐ نے غلبۂ دین کے لیے خدا کے سوا کسی سے کوئی رعایت طلب نہیں کی۔ خدا کے سوا کسی سے کوئی سہولت نہیں مانگی، خدا کے سوا کسی سے کوئی پناہ نہیں لی۔ آپ نے باطل کے لوہے سے حق کا لوہا ٹکرایا اور باطل کو قوت سے زیر کیا۔ اور یہ کہہ کہ زیر کیا کہ باطل تو زیر ہی ہونے کے لیے ہے۔ غلبہ اور تفوق باطل کا حق اور حصہ نہیں ہے۔ اور جب حق میدان میں ہو تو حق یہی ہے کہ وہ غالب ہو اور باطل پست ہو اور حضورؐ کی شانِ رسالت یہی تھی کہ آپ کے سامنے باطل پست ہو کر رہے۔ چنانچہ باطل کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنا، اُسے سرنگوں کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانا، اُسے بے دخل کرنے کے لیے اپنے سارے ذرائع جھونک دینا اور اُسے قوت و تدبیر کے ساتھ زیر کرنا اور یہ حضورؐ کی شریعت کا طرۂ امتیاز ٹھہرا۔ مسلمان کو مجاہد بنا کر کھڑا کیا گیا۔ اور اس کی ان تمام مساعی کو جہاد قرار دیا گیا جو باطل کو زیر کرنے کے لیے عمل میں لائی جائیں۔ جب جہاد کی نفیر بج جائے تو پھر تمام دیگر حقوق اور پابندیاں ساقط ہو کر صرف فریضۂ جہاد ہی قائم رہ جاتا ہے۔ پھر غلام کو آقا سے اور بیٹے کو باپ سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اس لیے کہ سب سے بڑی عظیم ہستی کے حق کے قیام کا مسئلہ جب سامنے آجائے تو پھر دوسرے سارے حقوق پست اور ساقط ہو جاتے ہیں۔ یہی کامیابی کا راستہ ہے اور اس قوت و شجاعت کے مظاہرے نے دینِ اسلام کو وہ غلبہ دیا جو اس سے پہلے کے انبیاءؑ کی دعوتوں کو حاصل نہ ہو سکا، اس لیے کہ غلبہ کا راستہ قوت کے استعمال کا راستہ ہے اور حق کے لیے قوت کا استعمال ہی جہاد فی سبیل اللہ ہے اور یہی وہ جہاد ہے جس کے لیے حضورؐ اکرم نے خود فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں خدا کی راہ میں جہاد کروں۔ پھر شہادت پاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر جہاد کروں، پھر شہادت پاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر جہاد کروں اور شہادت پاؤں۔ حضورؐ نے یہ بات بار بار دہرائی اس لیے کہ دین کی حقیقی زندگی اور اس کے غلبہ کا راز جہاد فی سبیل اللہ میں ہی پوشیدہ ہے اور یہ شان حضورؐ کو ہی حاصل ہے کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ کو لے کر تشریف لائے اور اس کے زور سے حق کو باطل پر غالب کر دیا۔

حضورؐ کی شانیں بے پایاں، اتھاہ اور بے کراں ہیں۔ حضورؐ کی شان کی کوئی مثال نہیں ہے۔ نسلِ انسانی میں حضورؐ ہنوز بے مثل اور لاجواب ہیں۔